**AL-ʻULŪM** ISSN: 2709-3484 (Print) | 2709-3492 (Online)
https://alulum.net/ojs/index.php/aujis/about
(July-December) 2025, 5:2(1-17)

# فتح مکہ: عسکری طاقت کا مظہر اور حکمت عملی کی معاصرانہ تطبیق

**حافظ جاوید احمد**، وزٹنگ لیکچرار، یونیورسٹی آف سینٹرل پنجاب، راولپنڈی

**محمد ارشد**، اسسٹنٹ پروفیسر اسلامیات، گورنمنٹ گریجوایٹ کالج اصغر مال، راولپنڈی

# The Conquest of Mecca: A Manifestation of Military Power and the Contemporary Application of Strategy

1- **Hafiz Javed Ahmad (PhD)**[1], Visiting Lecturer, University of Central Punjab, Rawalpindi.
2- **Muhammad Arshad**, Assistant Professor, Islamic Studies, Govt. College, Asghar Mall, Rawalpindi marshad8444@gmail.com

**Keywords:**
*Sīrah, conquest of Mecca, demonstration of military, strategy, contemporary application*

**Abstract:** The Conquest of Mecca (Fatḥ-e Makkah) in 630 CE represents a seminal event in early Islamic history, encapsulating both the effective deployment of military capability and enduring strategic acumen. This campaign, undertaken by the Prophet Muhammad (peace be on him) and an assembled force of approximately 10,000 men, marked the culmination of prolonged hostilities between the nascent Muslim polity of Medina and the Quraysh of Mecca. Strategically, the operation exemplified a synthesis of diplomatic foresight, force concentration, and psychological leverage. The Prophet's choice to maintain operational secrecy during the march, alongside broader efforts to weaken adversarial resolve through economic and political pressures, underscores a comprehensive understanding of multidimensional strategy. Upon entry into Mecca, the administration of general amnesty and the repudiation of idolatry facilitated a peaceful sociopolitical transition and precluded protracted insurgency. Beyond its historical significance, the Conquest of Mecca offers salient insights for contemporary strategic studies, particularly in contexts where the integration of ethical restraint with decisive military action can yield enduring political outcomes. The event underscores the efficacy of coupling hard power with principles of reconciliation and governance, suggesting a model through which modern statecraft might reconcile strategic imperatives with normative commitments.

---

[1]. Corresponding author Email: hafizjavedahmad1976@gmail.com

## تعارف

رسول اللہ ﷺ کے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کے بعد کفار مکہ نے مسلمانوں کے خلاف جارحیت مزید تیز اور سخت کر دی جس کی وجہ سے مختلف اوقات میں حروب وغزوات کا سلسلہ جاری رہا۔ یہاں تک کہ ہجرت کے آٹھ سال بعد، مسلمانوں نے مکہ فتح کر لیا۔ اس کا سبب کفار مکہ کی صلح حدیبیہ کی خلاف ورزی تھی۔ پیکر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دس ہزار صحابہ کرام کے ساتھ پورے تزک واحتشام کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے، تاکہ قریش مکہ پر رعب طاری ہو جائے اور وہ مسلمانوں پر حملہ کرنے کی جرأت نہ کر سکیں۔ محسن انسانیت علیہ السلام نے مکہ میں داخل ہو کر خانہ کعبہ کو بتوں سے پاک فرمایا اور عام معافی کا اعلان فرما کر کفار مکہ کے دل جیت لئے۔ رسول امن وسلامتی کے اس عمل کو دیکھ کر کئی کفار کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔

اس مضمون میں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فتح مکہ کے موقع پر عسکری طاقت کا مظاہرہ، حکمت عملی کی معاصرانہ تطبیق اور عفو ودرگزر کی بہترین مثال کو سیرت طیبہ کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے موضوع پر بے شمار عشاقان مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تحریر وتقریر کے ذریعے محبت کا اظہار کیا ہے اور سیرت پاک کے مختلف گوشوں کو امت مصطفوی کے سامنے اجاگر کیا ہے۔ حضور علیہ السلام کی مختلف جنگوں کے واقعات بھی سیرت طیبہ کا اہم موضوع ہیں۔ عام طور پر سیرت کی کتب میں جنگوں کے حالات عمومی انداز میں بیان کئے گئے ہیں لیکن ان کی عملی تطبیق اور تجزیہ نہیں کیا گیا۔ زیر نظر مضمون میں فتح مکہ کے موقع پر محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی عسکری طاقت کا اظہار، جنگی حکمت عملی، اس کی معاصرانہ تطبیق اور تجزیہ کیا گیا ہے۔

عصر حاضر میں دوران جنگ طاقتور فوج کا کمانڈر انچیف اپنے دشمن کو تباہ وبرباد کرنے میں ذرا تامل نہیں کرتا۔ وہ اپنے دشمنوں کو قتل کرنے میں کسی قانون، انسانی اور اخلاقی اقدار کی بالکل پروا نہیں کرتا۔ اس کے برعکس پیکر امن وسلامتی، رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر عفو ودرگزر کی ایسی خوبصورت حکمت عملی اپنائی، جس کے نتیجے میں انسانی جانیں بہت کم ضائع ہوئیں اور کسی تباہی وبربادی کے بغیر بڑی آسانی سے مکہ فتح ہو گیا۔

فتح مکہ رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا ایک حسین باب ہے۔ یہ اسلام کی عسکری طاقت کا مظہر ہونے کے ساتھ ساتھ محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی عفو ودرگزر کی ایک خوبصورت مثال بھی ہے۔ اس میں پیغمبر امن وسلامتی صلی اللہ علیہ وسلم کی حسن تدبیر، اخلاق حسنہ، عدل، رحمت ورافت اور کرم نوازی کی ایسی جھلک نظر آتی ہے جس کی پوری دنیا مثال پیش نہیں کر سکتی۔

اس مقالہ میں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے فتح مکہ کے موقع پر عسکری طاقت کے اظہار کا بیان اور حکمت عملی کی معاصرانہ تطبیق وتجزیہ شامل کیا گیا ہے۔ اس مقالے کا منہج تطبیقی اور تجزیاتی ہے۔

## 1. فتح مکہ کا پس منظر

رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اعلان نبوت فرمایا تو مخالفت کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ کفار مکہ حضور علیہ السلام کے دشمن بن گئے۔ مکی دور میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام پر مظالم کی انتہا کی گئی، لیکن رسول پاک علیہ السلام اپنے مشن سے باز نہیں آئے۔ بالآخر آپ علیہ السلام نے حکم خداوندی سے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی، لیکن یہاں بھی قریش مکہ نے حضور صلی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سکون سے رہنے نہیں دیا جس کے نتیجے میں مختلف جنگیں لڑی گئیں۔ بالآخر ہجرت کے آٹھویں سال اللہ تعالی نے اپنے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح مکہ کا اعزاز بخشا۔ فتح مکہ کے کئی اسباب ہیں، جن میں سے ایک اہم سبب ذکر کیا جاتا ہے:

## 2. صلح حدیبیہ کی خلاف ورزی

سات ہجری میں قریش مکہ اور مسلمانوں کے درمیان حدیبیہ کے مقام پر جو معاہدہ کیا گیا تھا اس میں دیگر شرائط کے علاوہ دو شرطیں یہ بھی تھیں:

1. فریقین کے درمیان دس سالوں تک جنگ نہیں ہو گی۔
2. عرب کے تمام قبیلوں کو یہ اجازت دے دی گئی تھی کہ وہ جس فریق کے ساتھ دوستی کرنا چاہیں، کرسکتے ہیں۔

چنانچہ عرب قبیلوں نے اپنی مرضی کے ساتھ جس فریق کے ساتھ دوستی کرنا چاہی، دوستی کرلی۔ بنو کنانہ نے قریش کے ساتھ اور بنو خزاعہ نے حضور علیہ السلام کے ساتھ دوستی کے معاہدے کرلئے۔ بنو کنانہ ،بنو بکر اور بنو خزاعہ کے درمیان قدیم زمانہ سے دشمنیاں تھیں۔ اس لئے بنو کنانہ اور بنو بکر نے قریش مکہ سے کہا کہ تم ہماری مدد کرو تا کہ ہم بنو خزاعہ سے اپنے مقتولوں کا بدلہ لے سکیں۔ انہوں نے قریش کو اپنی دوستی کا احسان بھی یاد دلایا، جس پر قریش مکہ کے کئی سردار اس پر راضی ہوگئے۔ کفار مکہ ،بنو بکر اور بنو کنانہ نے مل کر بنو خزاعہ پر اچانک حملہ کر دیا۔ بنو خزاعہ کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ بنو کنانہ قریش کے ساتھ مل کر ان پر حملہ کرسکتے ہیں۔ اس اچانک حملہ سے ان کے اوسان خطا ہوگئے۔ بنو خزاعہ کے کئی آدمی قتل کر دیئے گئے۔ بعض نے بیت اللہ شریف میں پناہ لی، لیکن وہاں بھی انہیں قتل کر دیا گیا۔ بلکہ جب بعض حملہ آوروں نے اپنے سردار نوفل بن معاویہ کو حرم کعبہ میں خون ریزی سے منع کیا تو اس بدبخت نے ایسا جملہ بولا، جس سے زمین بھی لرز گئی ہو گی۔ اس نے کہا:

> لَا إِلَهَ الْيَوْمَ يَا بَنِي بَكْرٍ أَصِيبُوا ثَأْرَكُمْ فَلَعَمْرِي إِنَّكُمْ لَتَسْرِقُونِ فِي الْحرم أَفلا تصيبون ثأركم![1]
>
> (اے بنو بکر آج کوئی خدا نہیں اپنا بدلہ لو تم حرم میں چوری کیا کرتے ہو"(اس وقت تمہیں حرم کا تقدس یاد نہیں آتا) کیا تم اپنا بدلہ نہیں لوگے ؟) [2]

1- أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي الدمشقي، **السيرة النبوية من البداية والنهاية لابن كثير**، تحقيق: مصطفى عبد الواحد (بيروت: دار المعرفة للطباعة والنشر والتوزيع، 1976)، 3: 528.

قریش نے اس لڑائی میں اپنے دوستوں کی اسلحہ اور آدمیوں کے ساتھ مدد کی اور انہوں نے اس ظلم کو چھپانے کا ارادہ کیا، تاکہ مسلمان ان سے انتقام نہ لے سکیں اور انہوں نے گمان کیا کہ رات کی تاریکی نے ان کی غداری کو چھپا دیا ہے اور بنو خزاعہ نے مکہ میں اس ظلم کے بعد بدیل بن ورقاء کے گھر پناہ لی۔ قریش کے لوگ یہ غلطی کر کے بہت پچھتائے اور بعض سرداروں نے ان حملہ کرنے والوں کو ملامت بھی کی اور کہا اب تم سزا کے لئے تیار ہو جاؤ۔

### 3. نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس المناک واقعہ سے مطلع ہونا

امام طبرانی نے ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے:

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ایک رات حضور علیہ السلام نے میرے پاس قیام فرمایا۔ سحری کے وقت آپ وضو کرنے کے لئے اٹھے تو میں نے آپ کو وضو خانہ میں تین مرتبہ یہ فرماتے ہوئے سنا: لبیک لبیک لبیک میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں، پھر فرمایا: نصرت نصرت نصرت تمہاری مدد کی گئی، تمہاری مدد کی گئی، تمہاری مدد کی گئی، میں نے عرض کیا یارسول اللہ میں نے آپ کو تین مرتبہ لبیک اور تین مرتبہ نصرت فرماتے ہوئے سنا ہے، کیا اندر کوئی آدمی تھا جس سے آپ کلام فرما رہے تھے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: یہ بنی کعب کا رجز خواں تھا جو مجھ سے فریاد کر رہا تھا کہ قریش نے ان کے خلاف بنی بکر کی مدد کی ہے اور ان پر حملہ کر دیا ہے۔ حضرت ام المومنین فرماتی ہیں کہ ہم تین دن تک انتظار کرتے رہے، پھر حضور علیہ السلام نے لوگوں کو صبح کی نماز پڑھائی تو میں نے ایک راجز کو یہ اشعار پڑھتے ہوئے سنا:

يَا رَبِّ إِنِّي نَاشِدٌ مُحَمَّدَا ... حِلْفَ أَبِينَا وَأَبِيهِ الْأَتْلَدَا
إِنَّ قُرَيْشًا أَخْلَفُوكَ الْمَوْعِدَا ... وَنَقَضُوا مِيثَاقَكَ الْمُؤَكَّدَا
وَزَعَمُوا أَنْ لَسْتَ تَدْعُو أَحَدَا ... فَانْصُرْ هَدَاكَ اللَّهُ نَصْرًا أَيَّدَا
وَادْعُ عِبَادَ اللَّهِ يَأْتُوا مَدَدَا ... فِيهِمْ رَسُولُ اللَّهِ قَدْ تَجَرَّدَا---

(اے میرے رب میں محمد علیہ السلام کو وہ معاہدہ یاد کرا رہا ہوں جو ہمارے باپوں اور ان کے باپ کے درمیان قدیم زمانہ میں ہوا تھا۔ بے شک قریش نے جو وعدہ آپ سے کیا تھا، اس کی خلاف ورزی کی اور جو آپ سے پختہ وعدہ کیا تھا اسے توڑ دیا۔ اور انہوں نے گمان کیا کہ آپ کسی کو نہیں بلائیں گے، پس آپ ہماری زبردست مدد کریں، اللہ تعالی آپ کی رہنمائی کرے۔ اور آپ اللہ کے بندوں کو بلائیں، وہ مدد کے لئے آئیں اور ان میں اللہ کے رسول بھی ہوں جو جنگ کے لئے پوری طرح تیار ہوں)

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دفعہ فرمایا: "لبيك لبيك" میں حاضر ہوں میں حاضر ہوں اور تین دفعہ فرمایا: "نصرت نصرت" "تمہاری مدد کی جائے گی تمہاری مدد کی جائے گی۔ پھر بادل کا ایک ٹکڑا مجلس کے اوپر سے گزرا اور گرجا تو آپ نے فرمایا: بے شک یہ بادل بنی کعب کو مدد کی خوشخبری سنا رہا ہے[3]

---

2- أحمد غلوش، **السيرة النبوية والدعوة في العهد المدني**، (مقام؟؟؟؟؟: مؤسسة الرسالة للطباعة والنشر والتوزيع، 2004) ، 572.

3- سليمان بن أحمد بن أيوب بن مطير اللخمي الشامي، **الروض الداني (المعجم الصغير)** ،المحقق: محمد شكور محمود الحاج أمرير (بيروت: المكتب الإسلامي, دار عمار، 1985) ، رقم الحديث 968.

حضور علیہ السلام نے بنو خزاعہ سے پوچھا کہ تم پر کس نے زیادتی کی ہے، تو انہوں نے بتایا کہ بنو بکر کے ایک خاندان بنو نفاثہ نے۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حقیقت حال دریافت کرنے کے لئے اپنے ایک صحابی ضمرہ رضی اللہ عنہ کو مکہ بھیجا اور فرمایا کہ اہل مکہ کے سامنے تین تجاویز پیش کریں اور کہیں کہ ان میں سے کوئی ایک قبول کرلیں:

1. بنو خزاعہ کے مقتولین کی دیت ادا کریں۔
2. بنو نفاثہ سے دوستی کا معاہدہ ختم کردیں۔
3. صلح حدیبیہ کو علانیہ طور پر ختم کردیں۔

ضمرہ نے مکہ پہنچ کر قریش مکہ کو یہ تجاویز پیش کیں، تو انہوں نے باہم مشورہ کرکے کہا کہ ہمیں تیسری شرط منظور ہے اور ہم صلح حدیبیہ کو ختم کرتے ہیں۔ ضمرہ رضی اللہ عنہ کے مدینہ واپس جانے کے بعد قریش مکہ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ چنانچہ انہوں نے ابوسفیان کو صلح حدیبیہ کی تجدید اور مدت میں اضافہ کے لئے مدینہ بھیجا۔[4]

یہ تینوں شرائط انتہائی منصفانہ اور امن وسلامتی پر مبنی تھیں۔ ان سے واضح ہوتا ہے کہ رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم امن پسند اور لڑائی جھگڑے کے خلاف تھے۔

### نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی امن وسلامتی کی حکمت عملی اور اس کی عملی تطبیق

رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہمیشہ سے یہ کوشش رہی ہے کہ اختلافی معاملات کو باہمی افہام وتفہیم اور صلح جوئی کے ساتھ حل کیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں بھی آپ علیہ السلام نے قریش مکہ کے سامنے جو تین شرائط پیش کیں، بالکل درست اور صائب تھیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری کوشش فرمائی کہ یہ معاملہ افہام وتفہیم اور صلح وصفائی کے ساتھ حل ہوجائے اور لڑائی جھگڑے اور جنگ وقتال کی نوبت نہ آئے، لیکن قریش مکہ نے صلح حدیبیہ کو ختم کرکے خود جنگ کی آگ بھڑکائی اور بعد میں اس پر پچھتائے۔ عصر حاضر میں اگر سیرت طیبہ پر عمل کرتے ہوئے امن وسلامتی کی پالیسی اختیار کی جائے تو تباہ کن جنگوں سے بچنا آسان ہوجائے اور امت مسلمہ امن وسلامتی کا گہوارہ بن جائے۔

### 4. ابوسفیان کی مدینہ منورہ روانگی

ابوسفیان کو قریش مکہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ منورہ صلح حدیبیہ کی تجدید اور مدت میں اضافہ کے لئے بھیجا۔ ابوسفیان نے مدینہ منورہ پہنچ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صلح حدیبیہ کی تجدید اور مدت میں اضافہ کی درخواست کی تو آپ علیہ السلام نے پوچھا کیا تم سے حدیبیہ کے معاہدہ کی خلاف ورزی ہوئی ہے؟ تو ابوسفیان نے کہا ہم اس معاہدہ پر قائم ہیں۔ اس نے دوبارہ حدیبیہ کے معاہدہ کی تجدید کے لئے عرض کیا، لیکن حضور علیہ السلام خاموش رہے۔

---

4- پیر محمد کرم شاہ الازہری، **ضیاء النبی**، (لاہور: ضیاء القرآن، پبلی کیشنز، 1418ھ)، 4:410-411-

ابو سفیان نے حضرات ابو بکر، عمر، عثمان، علی، سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہم اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پناہ اور امن وامان کے لئے عرض کی تو ان تمام نے کہا کہ ہماری پناہ حضور علیہ السلام کی پناہ کے تابع ہے۔

ہر طرف سے مایوس ہو کر ابو سفیان نے خود مسجد میں کھڑے ہو کر امن وامان کا اعلان کر دیا اور حضور علیہ السلام سے عرض کی کہ میں نے امن وامان کا اعلان کر دیا ہے، پھر وہ مکہ واپس چلا آیا۔ اس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے حضور یہ دعا کی:

اللهم خذ العيون والأخبار عن قريش حتى نبغتها في بلادها [5]

(اے اللہ ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دے اور ہماری اطلاع قریش کو نہ پہنچے، یہاں تک کہ ہم اچانک ان کے شہر پر حملہ کر دیں)

### 5. مکہ پر حملہ کرنے کے بارے میں صحابہ کرام سے مشورہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مکہ پر حملہ کرنے کے بارے میں مشورہ کیا تو انہوں سے اس سے روکا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا تو انہوں نے حملہ کی تائید کی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ پر حملہ کا حکم دے دیا۔

### 6. حضور علیہ السلام کی مشورہ کی حکمت عملی اور اس کی معاصرانہ تطبیق

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمت عملی یہ تھی کہ جب کبھی کوئی اہم معاملہ درپیش ہوتا تو آپ علیہ السلام نے اپنے صحابہ کرام سے اس بارے میں مشورہ فرمایا کرتے تھے، پھر جو رائے زیادہ مناسب معلوم ہوتی اس پر عمل فرمایا کرتے تھے۔ یہاں بھی حضور علیہ السلام نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا، لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مشورہ کو ترجیح دی۔

عصر حاضر میں مشورہ کی اہمیت بہت زیادہ بڑھ گئی ہے۔ اگر آج امت مسلمہ کے حکمران اہم امور سرانجام دینے سے پہلے اہل حل وعقد سے مشورہ کر لیا کریں اور پھر اکثریتی رائے پر عمل بھی کریں تو ہم بہت سارے نقصان سے بچ سکتے ہیں۔

### 7. مکہ کی طرف تیاری کا حکم

ابو سفیان کے مکہ واپس جانے کے چند روز بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کو سامان جنگ تیار کرنے کا حکم دے دیا اور اللہ سے دعا کی کہ اے اللہ ہمارے مکہ پر حملہ کرنے کے بارے میں اہل مکہ کو خبر نہ

---

[5]- بن كثير، **السيرة النبوية**، 3: 535.

ہونے پائے، یہاں تک کہ ہم ان پر اچانک حملہ کر دیں۔ مدینہ منورہ کے تمام راستوں پر پہرے دار بٹھا دیئے گئے، تاکہ اجنبی آدمی پر نگاہ رکھیں۔

### 8. حاطب بن ابی بلتعہ کا اہل مکہ کی طرف خط

جب حضور علیہ السلام نے تیاری مکمل کر لی تو حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے اہل مکہ کی طرف ایک خط لکھ کر انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارادے سے آگاہ کر دیا اور ایک عورت کو وہ خط دے کر مکہ روانہ کر دیا۔ اللہ تعالی نے اپنے رسول کو اس پر آگاہ فرما دیا تو آپ علیہ السلام نے اس عورت سے وہ خط بر آمد کر لیا، پھر حاطب کو بلا کر ان سے اس بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ میرے مکہ میں اہل وعیال تھے تو میں نے ان کی حفاظت کے لئے یہ سب کچھ کیا ہے، لیکن میرا آپ پر مکمل ایمان ہے۔ حضور علیہ السلام نے یہ سن کر فرمایا:

أما إنه قد صدقكم

حاطب نے تم سے سچ کہا ہے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ مجھے اجازت دیں کہ میں اس منافق کی گردن اڑادوں تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: بے شک وہ بدر میں حاضر ہوا ہے اور اللہ تعالی نے اہل بدر کے بارے میں یہ فرمایا ہے:

اعملوا ما شئتم فقد غفرت لكم

(اب جو چاہو کرو میں نے تمہیں معاف کر دیا ہے)

پھر اللہ تعالی نے سورہ ممتحنہ کی پہلی تین آیات نازل فرمائیں۔[6]

اس سے واضح ہوا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام کی غلطیوں سے در گزر فرمایا کرتے تھے اور ان کا قصور معاف فرما دیا کرتے تھے۔ لہذا ہمیں بھی اپنے ماتحتوں کی غلطیوں کو معاف کرنا چاہئے اور ان کے ساتھ کریمانہ اور مشفقانہ سلوک کرنا چاہئے۔

### 9. محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کے عفو و درگزر کی حکمت عملی اور اس کی معاصر تطبیق

رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمت عملی، عفو و درگزر اور حلم و بردباری بے مثال تھی۔ یہاں حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام کے منع کرنے کے باوجود کفار مکہ کو آپ علیہ السلام کی مکہ میں آمد کی اطلاع دے رہے ہیں، لیکن نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم ان کا عذر قبول فرما رہے ہیں اور انہیں کسی قسم کی سزا نہیں دے رہے ہیں، بلکہ عفو و درگزر کا معاملہ فرما رہے ہیں۔

عصر حاضر میں اگر صاحبان اقتدار سیرت طیبہ پر عمل کرتے ہوئے اپنی رعایا کی غلطیوں سے چشم پوشی کرتے ہوئے عفو و درگزر کا معاملہ اختیار کریں تو رعایا کے دلوں میں ان کی عزت واحترام کا جذبہ پیدا ہو جائے اور وہ ان کے وفادار بن جائیں۔

---

6- أحمد بن محمد بن أبي بكر بن عبد الملك القسطلاني، **المواهب اللدنية بالمنح المحمدية**، (القاهرة: المكتبة التوفيقية، الطبعة)، 1: 371.

## 10. نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مکہ کی طرف روانگی

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کی طرف چلنے سے پہلے مدینہ کے اردگرد تمام قبائل کو یہ پیغام بھیجا کہ جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ رمضان میں مدینہ حاضر ہو جائے۔ رمضان المبارک کی 10 تاریخ 8 ہجری بدھ کے دن بمطابق 1 جنوری 630ء کو رسول پاک علیہ السلام مدینہ سے مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ مکہ کی طرف چلنے کی بجائے ابو قتادہ ربعی کو بطن اضم کی طرف پیش قدمی کا حکم دیا، تاکہ لوگ یہ سمجھیں کہ آپ کا ارادہ اس علاقہ پر حملہ کرنے کا ہے۔

> راستہ میں آپ علیہ السلام نے عرج اور طلوب کے درمیان ایک کتیا دیکھی، جس نے ابھی ابھی اپنے بچوں کو جنم دیا تھا تو حضور علیہ السلام نے اپنے ایک صحابی حضرت جعیل بن سراقہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ اس کتیا کی حفاظت کریں، تاکہ کوئی لشکری اس کتیا اور اس کے بچوں کو تکلیف نہ پہنچائے۔[7]

یہاں پہنچ کر رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے سو سو مجاہدین کے دستے تیار کئے، تاکہ وہ لشکر اسلام کے آگے آگے چلیں۔ عرج اور طلوب کے درمیان بنو ہوازن کا ایک جاسوس گرفتار کیا گیا، تو آپ علیہ السلام نے اس سے وہاں کے حالات پوچھے، تو اس نے بتایا کہ وہ حضور علیہ السلام پر حملہ کی تیاری کر رہے ہیں، تو آپ علیہ السلام نے حضرت خالد کو اس جاسوس کی نگرانی کا حکم دیا، تاکہ وہ بنو ہوازن کو حضور علیہ السلام کی مکہ روانگی کے بارے میں جا کر بتا نہ دے۔ جب اسلامی لشکر قدید کے مقام پر پہنچا، تو رسول پاک علیہ السلام نے عام شرکت کرنے والے قبائل میں جھنڈے اور پرچم تقسیم فرمائے۔

راستے میں حضور علیہ السلام کی ملاقات اپنے چچا حضرت عباس بن عبد المطلب سے ہوگئی، جو ہجرت کے ارادہ سے مکہ سے مدینہ جا رہے تھے، پھر انہوں نے اپنا ساز و سامان مدینہ بھیج دیا اور خود حضور علیہ السلام کے ساتھ مکہ کی طرف روانہ ہوگئے۔ ان کے علاوہ ابوسفیان بن حارث بن عبد المطلب اور عبد اللہ بن ابی امیہ نبق العقاب کے مقام پر حضور علیہ السلام سے ملے۔ یہ دونوں بھی مکہ سے ہجرت کے ارادے سے مدینہ کی طرف جا رہے تھے۔ ان دونوں نے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری کی اجازت طلب کی اور ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں سفارش کرتے ہوئے عرض کی، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ ایک آپ کے چچا کا لڑکا ہے اور دوسرا پھوپھی کا، تو حضور علیہ السلام نے فرمایا: مجھے دونوں کی حاجت نہیں ہے، ابوسفیان نے میری ہتک عزت کی ہے اور عبد اللہ نے میرے بارے میں ہذیان سرائی کی ہے۔

جب ان دونوں کو اس کا علم ہوا تو ابوسفیان جس کے پاس اس کا چھوٹا بچہ بھی تھا، نے کہا کہ اگر مجھے حاضر ہونے کی اجازت نہیں دیں گے تو میں اس بچہ کو لے کر لق و دق صحرا میں چلا جاؤں گا اور ہم دونوں شدت پیاس اور بھوک کی وجہ

---

[7]- أحمد بن علي بن عبد القادر، **إمتاع الأسماع بما للنبي من الأحوال والأموال والحفدة والمتاع**، المحقق: محمد عبد الحميد النميسي، (بيروت، دار الكتب العلمية 1999)،1: 355-356.

سے ہلاک ہو جائیں گے۔ رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا دل پسیج گیا اور آپ نے ان دونوں کو حاضر ہونے کی اجازت دے دی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان کو یہ نصیحت کی کہ سامنے سے حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہونا اور وہ بات کہنا جو حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام سے کہی تھی:

﴿تَاللَّهِ لَقَدْ آثَرَكَ اللَّهُ عَلَيْنَا وَإِنْ كُنَّا لَخَاطِئِينَ﴾ [8]

(خدا کی قسم بزرگی دی ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہم پر اور بے شک ہم ہی خطاکار تھے) [9]

ابوسفیان نے حسب نصیحت جب بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر یہ آیت پڑھی تو آپ علیہ السلام نے فرمایا:

﴿لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللَّهُ لَكُمْ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ﴾ [10]

(نہیں کوئی گرفت تم پر آج کے دن معاف فرمادے اللہ تعالیٰ تمہارے (قصوروں) کو اور وہ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے)

ابوسفیان اور اس کے بیٹے دونوں نے اسلام قبول کر لیا اور ابوسفیان جب کبھی حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوتے تو شرم کی وجہ سے اپنے سر اور آنکھوں کو جھکا کر رکھتے تھے۔

## 11. نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمت عملی اور اس کی معاصر تطبیق

اس واقعہ میں بھی رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمت عملی اور عفو و درگزر واضح ہو رہی ہے۔ مدینہ سے مکہ کی طرف سفر کے شروع میں حضور علیہ السلام نے لشکر کو مکہ کی بجائے دوسری طرف چلنے کا حکم دیا تاکہ دشمن کو خبر نہ ہو کہ آپ علیہ السلام مکہ کی طرف جا رہے ہیں۔ دوران سفر جب حضور علیہ السلام نے دیکھا کہ ایک کتیا نے بچے دیئے ہوئے ہیں تو آپ علیہ السلام نے اپنے ایک صحابی کی ڈیوٹی لگا دی کہ وہ کتیا اور اس کے بچوں کی حفاظت کرے تاکہ لشکر اسلام کا کوئی فرد انہیں تکلیف نہ پہنچا سکے۔ وہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم جو جانوروں کو بھی تکلیف پہنچانا نہیں چاہتے تھے، انہیں دہشت گرد کہنا، کتنی بڑی زیادتی اور جہالت ہے۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے دوران سفر سو سو مجاہدین کے دستے بنا کر انہیں آگے چلنے کا حکم دیا تاکہ کفار پر مسلمانوں کا رعب طاری ہو جائے اور نظم وضبط کا مظاہرہ بھی ہو۔ دوران سفر جب ابوسفیان اور عبد اللہ بن ابی امیہ نے معافی کی درخواست کی تو آپ علیہ السلام نے ان کے ظلم اور زیادتیوں کی وجہ سے انہیں معافی دینے سے انکار کر دیا، لیکن جب ابوسفیان نے اپنے بیٹے کے ساتھ بھوکا پیاسا مرنے کی دھمکی دی تو حضور علیہ السلام نے کمال شفقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے معاف کر دیا۔ ابوسفیان آپ کی کرم نوازی سے متاثر ہو کر کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔

---

8- القرآن، 12: 91

9- پیر محمد کرم شاہ الازہری، **جمال القرآن**، (لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، س۔ن)، 410-411۔ (اس مقالہ میں آیات کا ترجمہ "جمال القرآن" کی روشنی میں کیا گیا ہے۔

10- القرآن، 12: 92.

عصر حاضر کے حکمرانوں کو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک پر عمل کرتے ہوئے دوران جنگ خاص طور پر حکمت عملی کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ اپنی رعایا کی جان ومال اور عزت وآبرو کی حفاظت کرنی چاہیے۔ دوران جنگ بالخصوص نظم وضبط کا مظاہرہ کرنا چاہیے اور اپنی رعایا کی کوتاہیوں سے درگزر کرتے ہوئے اس سے شفقت ومحبت سے پیش آنا چاہیے۔

### 12. پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا مر الظہران میں قیام

دوران سفر مر الظہران کے مقام پر قافلہ کو پڑاؤ کا حکم ملا اور حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ہر شخص اپنے پڑاؤ میں آگ جلائے۔ صحابہ کرام نے اس کی تعمیل کی تو دس ہزار چولہے روشن ہو گئے۔ ساری وادی جگمگا اٹھی۔ کفار مکہ کو اس کی کوئی خبر نہ تھی۔ البتہ ان کو ہر وقت حملہ کا کھٹکا لگا رہتا تھا۔ انہوں نے ابوسفیان کو حالات کا جائزہ لینے کے لئے بھیجا۔ ابوسفیان حکیم بن حزام کے ساتھ روانہ ہوا۔ راستہ میں بدیل بن ورقاء مل گیا۔ یہ تینوں جب مر الظہران کی وادی میں پہنچے تو اتنا بڑا لشکر اور آگ دیکھ کر حیران رہ گئے۔

### 13. رسول محتشم صلی اللہ علیہ وسلم کی کفار پر رعب اور ہیبت طاری کرنے کی حکمت عملی اور اس کی عصری تطبیق

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مر الظہران کے مقام پر پہنچ کر صحابہ کرام کو پڑاؤ کرنے کا حکم دیا اور ساتھ ہی آگ جلانے کا حکم بھی دیا گیا تا کہ جب دس ہزار چولہے روشن ہوں تو کفار مکہ پر مسلمانوں کا رعب اور دبدبہ طاری ہو جائے اور وہ مسلمانوں کے خلاف جوابی کاروائی نہ کر سکیں اور مکہ آسانی سے فتح کیا جاسکے۔

عصر حاضر کے صاحبان اقتدار کو رسول پاک علیہ السلام کی سنت پر عمل کرتے ہوئے دوران جنگ ایسی حکمت عملی اپنانی چاہیے، جس کے نتیجے میں دشمنان اسلام پر مسلمانوں کا رعب اور ہیبت طاری ہو جائے اور وہ مسلمانوں کے سامنے ہتھیار ڈال دیں اور مسلمانوں کی حاکمیت کو تسلیم کر لیں۔

### 14. ابوسفیان کی بارگاہ رسالت مآب میں حاضری

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مر الظہران کے قصبہ میں اپنے جاں نثار صحابہ کرام کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ حضرت عباس حضور کے خچر پر سوار ہو کر نکلے تا کہ قریش مکہ کو بتائیں کہ حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہو کر امان طلب کریں اور تباہی سے بچ جائیں۔ جب وہ اراک پہنچے تو ان کی ملاقات ابوسفیان، حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقاء سے ہو گئی۔ وہ انہیں لے کر بارگاہ رسالت میں پہنچ گئے۔ حضور علیہ السلام سے ان کے لئے امان طلب کی، پھر انہیں بارگاہ رسالت مآب میں پیش کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اسلام کی دعوت دی تو حکیم بن حزام اور بدیل نے اسلام قبول کر لیا لیکن ابوسفیان نے مہلت مانگی جو اسے دے دی گئی اگلے دن وہ پھر حضور کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو آپ علیہ السلام نے اس سے پوچھا کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ تم یہ مان لو کہ "لا الٰہ الا اللہ" بالآخر اس نے پڑھا:

أشهد أن لا إله إلا الله وأشهد أن محمدا رسول الله [11]

(میں یہ گواہی دیتاہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتاہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں)

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یارسول اللہ آپ جانتے ہیں کہ ابوسفیان نام و نمود کو پسند کرتا ہے، اس لئے آپ کوئی ایسا ارشاد فرمائیں جس پر یہ فخر کر سکے۔ رحمت عالمیاں صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ دَخَلَ دَارَ أَبِي سُفْيَانَ فَهُوَ آمِنٌ، وَمَنْ أَغْلَقَ بَابَهُ فَهُوَ آمِنٌ وَمَنْ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَهُوَ آمِنٌ [12]

(جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو گیا وہ امن میں ہے اور جس نے اپنے گھر کا دروازہ بند کر لیا وہ بھی امن میں ہے اور جو مسجد میں داخل ہو گیا وہ بھی امن میں ہے)

جب ابوسفیان مکہ واپس جانے لگا تو حضور علیہ السلام نے حضرت عباس کو فرمایا کہ جب ابوسفیان تنگ وادی میں پہنچے تو اسے روک لو تاکہ وہ لشکر اسلام کی قوت کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر سکے۔ لہذا ایسا ہی کیا گیا۔

## 15. نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و تکریم، دلجوئی کی حکمت عملی اور اس کی معاصر تطبیق

مرالظہران کے مقام پر پڑاؤ کے دوران ابوسفیان، حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقاء بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوگئے، تو رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان کی دلجوئی کرتے ہوئے اور عفو و درگزر کا عملی مظاہرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوا، جس نے اپنے گھر کا دروازہ بند کر لیا اور جو مسجد حرام میں داخل ہوا وہ امان پا گیا۔ علاوہ ازیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ ابوسفیان کو ایک تنگ وادی میں کھڑا کرو، تاکہ یہ لشکر اسلام کی شان و شوکت کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرے اور کفار مکہ کو جا کر بتا سکے کہ اسلام قبول کر لو۔ اب تم لشکر اسلام کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

عصر حاضر کے حکمرانوں کو سیرت رسول پر چلتے ہوئے نومسلموں کی عزت و تکریم اور دلجوئی کرنی چاہئے۔ ان کے سرداروں کی سابقہ عزت و تکریم کو برقرار رکھنا چاہئے اور اس طرح کا جدید اسلحہ تیار کرنا چاہئے کہ دشمنان اسلام پر مسلمانوں کا رعب اور ہیبت طاری ہو جائے اور وہ اسلام قبول کرنے یا کم از کم مسلمانوں سے صلح کرنے پر تیار ہو جائیں۔

## 16. لشکر اسلام کی شان و شوکت اور جنگی سامان کی نمائش

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رات یہ اعلان کرنے کا حکم دیا کہ صبح سویرے ہر قبیلہ کے جوان اپنی سواریوں پر زینیں اور کجاوے کس لیں اور ہر قبیلہ اپنے قائد کے ساتھ اپنے جھنڈے کے پاس کھڑا ہو جائے اور اپنے اسلحہ

---

11- محمد بن يوسف الصالحي الشامي، **سبل الهدى والرشاد، في سيرة خير العباد، وذكر فضائله وأعلام نبوته وأفعاله وأحواله في المبدأ والمعاد**، تحقيق وتعليق: الشيخ عادل أحمد عبد الموجود، (بيروت: دار الكتب العلمية، 1993)،5: 217.

12- أبو القاسم عبد الرحمن بن عبد الله بن أحمد السهيلي، **الروض الأنف في شرح السيرة النبوية لابن هشام**، المحقق: عمر عبدالسلام السلامي، (بيروت، دار إحياء التراث العربي، 2000) ، 7: 212.

اور سامان جنگ کی پوری طرح نمائش کرے۔ صبح سویرے تمام مجاہدین اپنے گھوڑوں اور اونٹوں پر سوار ہو گئے۔ گھوڑوں پر سوار مجاہدین کو لشکر کے آگے چلنے کا حکم ملا۔ ہر قبیلہ اپنے سردار کی قیادت میں اور سواروں کا دستہ اپنا اپنا پرچم لہراتے ہوئے مکہ کی طرف چلنے لگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر لشکر اسلام کو اس طرح ترتیب دیا گیا۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو مقدمۃ الجیش کے قائد مقرر کئے گئے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو میمنہ پر متعین کیا گیا، حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ میسرہ کے قائد بنائے گئے، جب کہ قلب لشکر میں محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ، بنی سلیم کے سپہ سالار مقرر کئے گئے۔ بنی سلیم کی تعداد ایک ہزار تھی۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا یہ چاک وچوبند دستہ جب ابوسفیان کے پاس سے گزرا تو انہوں نے تین مرتبہ نعرہ تکبیر بلند کیا۔ ابوسفیان نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں، انہوں نے بتایا کہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ۔ ابوسفیان نے حیران ہو کر پوچھا کہ الغلام؟ وہ نوجوان خالد۔ بتایا گیا ہاں وہی خالد۔ پھر حضرت زبیر بن عوام پانچ سو مہاجرین کے ساتھ گزرے تو ابوسفیان نے پوچھا یہ کون ہیں؟ بتایا گیا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ۔ اس طرح مختلف لوگ گزرتے رہے اور ابوسفیان ان کے بارے میں پوچھتا رہا اور کہتا مجھے ان سے کوئی سروکار نہیں۔ وہ بڑی بے چینی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کر رہا تھا۔ یہاں تک کہ سبز پوش دستہ ظاہر ہوا جس میں ہادی دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے۔ اس دستہ میں صرف مہاجرین اولین اور انصاری قبائل کے سردار شامل تھے۔ اس میں بہت سارے جھنڈے اور پرچم لہرا رہے تھے۔ ان مجاہدین کا سارا جسم فولادی زرہوں اور آہنی خودوں میں غرق تھا۔ اس دستہ میں وقفہ وقفہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آواز گونجتی تھی۔ اس دستہ میں ایک ہزار زرہ پوش تھے۔ حضور علیہ السلام نے اپنا جھنڈا حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا تھا اور وہ سب سے آگے آگے چل رہے تھے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان کو دیکھ کر للکارتے ہوئے یہ کہا:

اليوم يوم الملحمة، اليوم تستحل الحرمة، اليوم أذل الله قريشا

(آج کا دن قتل وغارت کا دن ہے آج حرم میں خون ریزی کی جائے گی، آج اللہ تعالی قریش کو ذلیل کرے گا)

جب حضور علیہ السلام ابوسفیان کے پاس سے گزرے تو اس نے کہا یا رسول اللہ کیا آپ نے حکم دیا ہے کہ آپ کی قوم کو قتل کر دیا جائے؟ پوچھا کیا ہوا، ابوسفیان نے کہا کہ سعد نے ہمارے پاس سے گزرتے ہوئے یہ کہا ہے: **اليوم يوم الملحمة**۔۔۔ پھر کہنے لگا میں آپ کی قوم کے بارے میں آپ کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں، کیونکہ آپ تمام لوگوں سے زیادہ نیکوکار، سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والے اور سب سے زیادہ رحیم وکریم ہیں۔ یہ سن کر حضور علیہ السلام نے فرمایا:

يا أبا سفيان كذب سعد، اليوم يوم المرحمة، اليوم أعزّ الله فيه قريشا. أي وفي رواية: اليوم يعظم الله فيه الكعبة، اليوم تكسى فيه الكعبة [13]

(اے ابو سفیان سعد نے جھوٹ بولا ہے، آج رحم کرنے کا دن ہے، آج اللہ تعالی قریش کو عزت دے گا، اور ایک روایت میں ہے کہ آج اللہ تعالی کعبہ کی عظمت کو بڑھائے گا، آج کعبہ کو غلاف پہنایا جائے گا)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جھنڈا سعد بن عبادہ سے لے کر اس کے بیٹے قیس کو دے دیا۔ اس سے دونوں مقصد پورے ہو گئے۔ سعد کو ایسا کہنے پر سزا بھی دے دی گئی اور جھنڈا اس کے بیٹے کو دے کر اس کی حوصلہ افزائی بھی کر دی گئی۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے ابوسفیان مکہ آگیا، تاکہ وہاں لوگوں کو اسلام قبول کرنے کی تلقین کرے۔ اس نے مکہ میں آکر یہ اعلان کر دیا کہ لوگو اسلام قبول کرلو، بچ جاؤ گے یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اتنا بڑا لشکر لے کر مکہ میں آگئے ہیں، جس کا تم مقابلہ نہیں کرسکتے اور ساتھ ہی یہ اعلان بھی کر دیا کہ:

من دخل دار أبي سفيان فهو آمن

(جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو گیا وہ امان پا گیا)

لوگوں نے کہا کہ تمہارے گھر میں کتنے لوگ آسکتے ہیں؟ پھر اس نے حضور کا یہ فرمان سنایا کہ جس نے اپنے گھر کا دروازہ بند کر لیا اس کے لئے بھی امان ہے۔ جو مسجد میں داخل ہو گیا اس کے لئے بھی امان ہے۔۔۔[14]

رسول ملاحم صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر قیادت تمام لشکر ذی طوی کے مقام پر جمع ہوا۔ یہاں سے حضور علیہ السلام نے لشکر اسلام کو مختلف اطراف سے مختلف قائدین کی زیر قیادت مکہ میں داخل ہونے کا حکم دیا۔ لشکر کے میمنہ کی قیادت حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو سونپی گئی اور انہیں حکم دیا کہ وہ جنوب کی طرف سے مکہ میں داخل ہوں۔ میسرہ کی قیادت حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو دی گئی اور انہیں شمال کی جانب سے مکہ میں داخل ہونے کا حکم دیا گیا۔ انصار قبائل کی قیادت حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو دی گئی اور انہیں جانب مغرب سے مکہ میں داخل ہونے کا حکم ملا۔ مہاجرین کے لشکر کی قیادت حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو سونپی گئی اور انہیں شمال مغرب کی طرف سے جبل ہند سے گزرتے ہوئے مکہ میں داخلہ کا حکم دیا گیا۔ تمام لشکر کو حکم دیا گیا کہ وہ فتح مکہ کے بعد جبل ہند کے علاقہ میں اکٹھے ہو جائیں۔

## 17. حکیم و دانا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگی حکمت عملی اور معاصر تطبیق

رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم ایک حکیم و دانا ہستی تھے۔ فتح مکہ کے موقع پر لشکر اسلام کو چار حصوں میں تقسیم کر کے اسے چار مختلف راستوں سے گزر کر مکہ میں داخل ہونے کا حکم رسول حکیم علیہ السلام کی بہترین جنگ حکمت عملی کو ظاہر کرتا ہے۔ دس بارہ ہزار کا لشکر اگر ایک ہی راستہ سے گزر کر مکہ میں داخل ہوتا تو تنگ راستے کی وجہ سے لشکر اسلام کافی دیر کے بعد اپنی منزل مقصود تک پہنچتا۔ اس طرح لشکر تھوڑے وقت میں اپنی منزل تک پہنچ گیا۔ اس حکم کی دوسری

[13]- علي بن إبراهيم بن أحمد الحلبي، **السيرة الحلبية**، (بيروت: دار الكتب العلمية، 1427هـ)، 3: 118.

[14]- الشامي، **سبل الهدى والرشاد**، 5: 223.

حکمت یہ تھی کہ اگر سارا لشکر ایک ہی راستہ سے مکہ میں داخل ہوتا تو کفار مکہ کسی ایک جگہ اپنی قوت جمع کر کے مسلمانوں کا راستہ روک سکتے تھے، لیکن چار مختلف راستوں سے مکہ میں داخل ہونے کی صورت میں کفار اس قابل نہیں تھے کہ وہ لشکر اسلام کا راستہ روک سکتے۔

رسول اللہ ﷺ کی جنگی حکمت عملی سے یہ واضح ہوا کہ ایک حاکم اور کمانڈر انچیف کو حکیم و دانا ہونا چاہئے۔ خاص طور پر جنگ کے دوران بہترین حکمت عملی اور ذہانت وفطانت ضروری ہے، تاکہ بروقت درست فیصلہ کر کے اپنی فوج اور عوام کو تباہی اور بربادی سے بچایا جاسکے اور فتح و کامیابی کو حاصل کیا جاسکے۔

### 18. پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا لشکر اسلام کو تلواریں میان میں رکھنے کا حکم

پیکر امن و سلامتی صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر اسلام کو مکہ میں داخلہ کے وقت یہ تاکید کی کہ اپنی تلواروں کو نیام میں رکھیں۔ جب تک کفار تم پر حملہ نہ کریں تم نے پہلے کسی پر حملہ نہیں کرنا۔ چنانچہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے علاوہ پورا لشکر بغیر کسی لڑائی کے مکہ میں داخل ہو گیا، لیکن جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ مکہ کے جنوب کی طرف سے داخل ہونے لگے تو بعض کفار نے ان کا راستہ روک لیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے انہیں سمجھایا کہ ہم تمہاری ان گیدڑ بھبکیوں سے ڈرنے والے نہیں ہیں، لیکن کفار نے ان پر حملہ کر دیا تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی جوابی کاروائی کے نتیجے میں کفار کے بارہ یا تیرہ افراد قتل ہو گئے اور مسلمانوں کے دو آدمی شہید ہوئے۔[15]

### 19. امن و سلامتی کے پیکر رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی بہترین جنگی حکمت عملی اور اس کی عصری تطبیق

رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر اپنے لشکر کو یہ ہدایت کی کہ جب تک کفار پہلے تم پر حملہ نہ کریں، تم نے کسی پر حملہ نہیں کرنا۔ اس سے واضح ہوا کہ حضور علیہ السلام امن و امان کے پیکر اور عفو و درگزر کرنے والے تھے۔ آپ جنگ و قتال کے حق میں نہیں تھے، بلکہ بڑے حکیم و دانا تھے۔

سیرت طیبہ میں عصر حاضر کے حکمرانوں کے لئے یہ پیغام ہے کہ وہ کفار اور دشمنان اسلام پر حملہ میں پہل نہ کریں اور اگر دشمان اسلام کی طرف سے پہلے حملہ کیا جائے تو پھر ڈٹ کا ان کا مقابلہ کیا جائے۔

### 20. رحمت عالمیاں صلی اللہ علیہ وسلم کی مکہ مکرمہ میں تشریف آوری

---

[15]- عبد الملك بن هشام بن أيوب الحميري المعافري، **السيرة النبوية لابن هشام**،تحقيق: مصطفى السقا وإبراهيم الأبياري وعبد الحفيظ الشلبي،(مصر: شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي وأولاده، 1955)، 2: 403.

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ مکرمہ میں فاتحانہ طریقے سے داخل ہوئے تو آپ اپنی قصوی اونٹنی پر سوار تھے۔ یمن کی بنی ہوئی ایک چادر عمامہ کے طور پر سر انور پر بندھی ہوئی تھی۔ مکہ کے تمام مرد وخواتین اور بچے اس آفتاب نبوت کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے امڈ آئے تھے۔ فاتح مکہ علیہ السلام کی زبان پر اپنے رب کی حمد وثناء تھی۔ آپ علیہ السلام کا سر اقدس جھکا ہوا تھا اور پیشانی مبارک اونٹ کے کجاوے کی سامنے والی لکڑی کو چھو رہی تھی۔ حضور علیہ السلام کے دائیں طرف حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور بائیں طرف حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ تھے۔ حضور علیہ السلام نے اپنے پیچھے اپنے غلام زید بن حارثہ کے بیٹے اسامہ کو بٹھایا ہوا تھا۔

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم جب اذاخر نامی چوٹی پر پہنچے تو تلواروں کو چمکتے ہوئے دیکھا تو پوچھا یہ تلواروں کی چمک کیسی ہے؟ میں نے تو تمہیں جنگ کرنے سے منع کیا تھا۔ عرض کی گئی یا رسول اللہ یہ خالد کے دستہ کی تلواریں ہیں۔ کفار نے پہلے ان پر حملہ کیا۔ انہوں نے پھر جوابی کاروائی کی۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

قضاء الله خير [16]

(اللہ تعالی کا فیصلہ ہی بہتر ہے)

اس سے معلوم ہوا کہ پیکر رحمت صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ مکرمہ میں داخل ہو رہے تھے تو آپ علیہ السلام کی گردن جھکی ہوئی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم تواضع وانکساری کا پیکر بنے ہوئے تھے۔ عصر حاضر کے حکمرانوں کو اس سے سبق سیکھنا چاہئے کہ فتح وکامیابی کے وقت غرور وتکبر کی بجائے تواضع وانکساری کا مظاہرہ کیا کریں۔

### 21. تواضع وانکساری کے پیکر

محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم جب فاتحانہ طریقے سے مکہ میں داخل ہو رہے تھے تو عاجزی وانکساری کا پیکر بنے ہوئے تھے۔ آپ علیہ السلام کی گردن جھکی ہوئی تھی اور زبان پر اللہ تعالی کی حمد وثناء جاری تھی۔ آج کے بادشاہ جب کوئی ملک فتح کرتے ہیں تو ان کی گردن اکڑی ہوئی ہوتی ہے اور وہ غرور ونخوت کا پیکر بنے ہوتے ہیں، لیکن رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ہی نرالی ہے۔

### 22. رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی حرم کعبہ میں جلوہ گری

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک کی بیس تاریخ کو بیت اللہ شریف میں داخل ہوئے۔ پہلے خانہ کعبہ کا طواف کیا۔ خانہ کعبہ کے ارد گرد اور اوپر تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے۔ دوران طواف آپ یہ آیت تلاوت فرمارہے تھے:

﴿ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا ﴾ [17]

(حق آگیا اور باطل مٹ گیا، بے شک باطل تھا ہی مٹنے والا)

---

[16]- حسین بن محمد بن الحسن الدِّيارْبَكْري، **تاريخ الخميس في أحوال أنفس النفيس**، (بیروت: دار صادر، س-ن) ، 2: 83.

[17]- القرآن، 17: 81-

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس میں چھڑی تھی۔ آپ اپنی چھڑی کے ساتھ جس بت کی طرف اشارہ فرماتے، وہ بت زمین پر گرتا جاتا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ سے روایت ہے کہ فتح مکہ کے روز حضور علیہ السلام نے فرمایا:

(یہ ہے وہ فتح مبین جس کا وعدہ میرے پروردگار نے مجھ سے کیا تھا، پھر آپ علیہ السلام نے سورہ النصر کی تلاوت فرمائی۔۔۔۔)[18]

### 23. کعبہ شریف میں تشریف آوری

طواف کعبہ کے بعد رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام ابراہیم پر دو رکعت نماز ادا فرمائی، پھر آب زم زم کے قریب تشریف لائے اور اسے نوش فرمایا۔ اس کے بعد خانہ کعبہ کے اندر داخل ہوئے اور دو رکعت نماز شکرانہ ادا کی، پھر دروازہ کعبہ پر کھڑے ہو کر اس طرح اپنے رب کی حمد و ثناء بیان کی:

لا اله الا الله صدق الله وعده ونصر عبده وهزم الاحزاب وحده...[19]

(اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اللہ نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا، اس نے اپنے بندے کی مدد کی اور اکیلے دشمن کے لشکروں کو شکست دی)

اس سے واضح ہوا کہ محسن کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر جنگ و قتال اور خون خرابہ کے مکہ مکرمہ کو فتح کر لیا اور خانہ کعبہ کو بتوں سے پاک فرما دیا۔ مکہ مکرمہ کو پرامن طریقے سے فتح کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم امن و سلامتی کے داعی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر قسم کی دہشت گردی اور فتنہ و فساد کے خلاف تھے۔ عصر حاضر کے حکمرانوں اور سپہ سالاروں کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کو اپنا کر معاشرہ کو امن و سلامتی کو گہوارہ بنانا چاہیئے۔

## نتائج بحث

اس مقالہ سے درج ذیل نتائج ظاہر ہوتے ہیں:

1. قریش مکہ کی صلح حدیبیہ کی خلاف ورزی کے بعد آپ علیہ السلام نے قریش مکہ کے سامنے جو تین شرائط پیش کیں، بالکل درست اور صائب تھیں۔
2. جب کوئی اہم معاملہ درپیش ہو تو اپنے ساتھیوں سے مشورہ کرنا چاہیئے، جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے سلسلہ میں اپنے صحابہ کرام سے مشورہ کیا تھا۔
3. رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمت عملی، عفو و درگزر اور حلم و بردباری بے مثال تھی۔

---

18- الشامي، **سبل الهدى والرشاد**، 5: 355.

19- الدِّياربَكْري، **تاريخ الخميس**، 2: 84.

4. وہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم جو جانوروں کو بھی تکلیف پہنچانا نہیں چاہتے تھے، انہیں دہشت گرد کہنا، کتنی بڑی زیادتی اور جہالت ہے۔
5. حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مر الظہران کے مقام پر پہنچ کر صحابہ کرام کو پڑاؤ کرنے کا حکم دیا اور ساتھ ہی آگ جلانے کا حکم بھی دیا گیا۔ اس کے نتیجہ میں کفار مکہ کے دلوں پر مسلمانوں کا رعب طاری ہو گیا۔
6. رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان کے گھر کو دارالامان قرار دے کر اس کی حوصلہ افزائی کی اور عفوودرگزر کی اعلیٰ مثال قائم کی۔
7. فتح مکہ کے موقع پر لشکر اسلام کو چار حصوں میں تقسیم کرکے اسے چار مختلف راستوں سے گزر کر مکہ میں داخل ہونے کا حکم رسول حکیم علیہ السلام کی بہترین جنگ حکمت عملی کو ظاہر کرتا ہے۔
8. حضور علیہ السلام امن وامان کے پیکر اور عفوودرگزر کرنے والے تھے۔ آپ جنگ وقتال کے حق میں نہیں تھے، بلکہ بڑے حکیم ودانا تھے۔
9. نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم تواضع اور انکسار کے پیکر تھے۔ آپ علیہ السلام کی ذات میں عصر حاضر کے بادشاہوں کی طرح غرور ونخوت کا شائبہ بھی نہیں تھا۔
10. پیکر امن وسلامتی صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر جس عفوودرگزر اور حلم وبردباری کا عملی مظاہرہ فرمایا، تاریخ عالم میں اس کی مثال نہیں ملتی۔
11. آج تک پوری دنیا میں کسی جرنیل، کسی سیاسی لیڈر اور کسی بادشاہ نے اس عفوودرگزر، کمال فراخدلی اور شفقت کا مظاہرہ اپنے دشمنوں کے ساتھ نہیں کیا، جیسے محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مخالفین کے ساتھ کیا۔
12. آج اہل یورپ اور دشمنان اسلام پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم پر دہشت گردی کا الزام لگاتے ہیں ۔حالانکہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر امن وسلامتی کا داعی اور عفوودرگزر کا پیکر پوری دنیا میں نہیں ہے۔
13. جب کہ اہل یورپ اور یہود ونصاریٰ اور ہنود سے بڑا دہشت گرد اور نسل انسانی کو تباہ وبرباد کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ جیسا کہ مقبوضہ کشمیر اور فلسطین کی تازہ مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔
14. عفوودرگزر اور حلم وبردباری ایک فاتح اور لیڈر کی بہت بڑی خوبی ہے جو دشمن اور مخالف کو اپنا دوست بنا دیتی ہے۔

15. اسلام کا اصل مقصد دلوں کو جیتنا ہے، نہ کہ گردنوں کا جھکانا اور یہ اعلیٰ اخلاق و کردار کے ذریعے ممکن ہے، نہ کہ تلوار کے ذریعے۔
16. فتح مکہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا ایک ایسا حسین باب ہے، جہاں عسکری طاقت اپنے عروج پر، حکمت عملی اپنی معراج پر اور عفو و درگزر اپنی انتہا پر دکھائی دیتی ہے۔

**سفارشات**

اس مقالہ سے متعلق درج ذیل سفارشات و تجاویز پیش کی جاتی ہیں:

1. آج امت مسلمہ کو متحد ہو کر اور جدید اسلحہ سے لیس ہو کر دشمنان اسلام کا مقابلہ کرنا چاہئے اور اپنے مظلوم بہن بھائیوں کی عملی مدد کرنی چاہئے۔
2. حاکم وقت کو بہادر، حکیم و دانا، حلیم و بردبار اور اخلاق حسنہ کا پیکر ہونا چاہئے۔
3. امت مسلمہ کو دنیا و آخرت میں کامیاب ہونے کے لئے سیرت طیبہ کو اپنانا چاہئے۔
4. حاکم وقت کو فتح و کامیابی کی صورت میں غرور و تکبر کی بجائے تواضع و انکساری کا مظاہرہ کرنا چاہئے۔
5. جنگ و قتال سے حتی المقدور بچنا چاہئے، لیکن ظلم و ستم کے خاتمہ کے لئے اسلام نے جہاد کو فرض قرار دیا ہے۔

## Bibliography

❖ Al-Qurʾān.
❖ Abū al-Fidāʾ Ismāʿīl ibn ʿUmar ibn Kathīr al-Qurashī al-Dimashqī. *Al-Sīrah al-Nabawiyyah min al-Bidāyah wa-al-Nihāyah*. Edited by Muṣṭafā ʿAbd al-Wāḥid. Beirut: Dār al-Maʿrifah li-al-Ṭibāʿah wa-al-Nashr wa-al-Tawzīʿ, 1976.
❖ Aḥmad ibn ʿAlī ibn ʿAbd al-Qādir. *Imtāʿ al-Asmāʿ bimā li-al-Nabī min al-Aḥwāl wa-al-Amwāl wa-al-Ḥafadah wa-al-Matāʿ*. Edited by Muḥammad ʿAbd al-Ḥamīd al-Namīsī. Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 1999.
❖ Aḥmad ibn Muḥammad ibn Abī Bakr ibn ʿAbd al-Malik al-Qasṭallānī. *Al-Mawāhib al-Ladunniyyah bi-al-Minah al-Muḥammadiyyah*. Cairo: al-Maktabah al-Tawfīqiyyah, n.d.
❖ Aḥmad Ghulūsh. *Al-Sīrah al-Nabawiyyah wa-al-Daʿwah fī al-ʿAhd al-Madanī*. Beirut: Muʾassasat al-Risālah li-al-Ṭibāʿah wa-al-Nashr wa-al-Tawzīʿ, 2004.
❖ ʿAlī ibn Ibrāhīm ibn Aḥmad al-Ḥalabī. *Al-Sīrah al-Ḥalabiyyah*. Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 1427 AH.
❖ Abū al-Qāsim ʿAbd al-Raḥmān ibn ʿAbd Allāh ibn Aḥmad al-Suhaylī. *Al-Rawḍ al-Unuf fī Sharḥ al-Sīrah al-Nabawiyyah li-Ibn Hishām*. Edited by ʿUmar ʿAbd al-Salām al-Salāmī. Beirut: Dār Iḥyāʾ al-Turāth al-ʿArabī, 2000.
❖ ʿAbd al-Malik ibn Hishām ibn Ayyūb al-Ḥimyarī al-Maʿāfirī. *Al-Sīrah al-Nabawiyyah (Sīrat Ibn Hishām)*. Edited by Muṣṭafā al-Saqqā, Ibrāhīm al-Abyārī, and ʿAbd al-Ḥafīẓ al-Shalabī. Cairo: Sharikat Maktabat wa-Maṭbaʿat Muṣṭafā al-Bābī al-Ḥalabī wa-Awlādih, 1955.
❖ Ḥusayn ibn Muḥammad ibn al-Ḥasan al-Diyārbakrī. *Tārīkh al-Khamīs fī Aḥwāl Anfas al-Nafīs*. Beirut: Dār Ṣādir, n.d.
❖ Muḥammad ibn Yūsuf al-Ṣāliḥī al-Shāmī. *Subul al-Hudā wa-al-Rashād fī Sīrat Khayr al-ʿIbād wa-Dhikr Faḍāʾilih wa-Aʿlām Nubuwwatih wa-Afʿālihi wa-Aḥwālihi fī al-Mabdaʾ wa-al-Maʿād*. Edited and annotated by ʿĀdil Aḥmad ʿAbd al-Mawjūd. Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 1993.

- Sulaymān ibn Aḥmad ibn Ayyūb ibn Muṭayr al-Lakhmī al-Shāmī. *Al-Rawḍ al-Dānī (al-Muʿjam al-Ṣaghīr)*. Edited by Muḥammad Shukūr Maḥmūd al-Ḥājj Amrīr. Beirut: al-Maktab al-Islāmī; Dār ʿAmmār, 1985.
- Pīr Muḥammad Karam Shāh al-Azharī. *Ḍiyāʾ al-Nabī*. Vol. 4. Lahore: Ḍiyāʾ al-Qurʾān Publications, 1418 AH.
- Pīr Muḥammad Karam Shāh. *Jamāl al-Qurʾān*. Lahore: Ḍiyāʾ al-Qurʾān Publications, n.d.